اجرائے نبوت پر

قادیانی دلائل کا محاکمہ

پروفیسر محمد الیاس اعظمی

اجرائے نبوت پر قادیانی دلائل کا محاکمہ

پروفیسر محمد الیاس اعظمی

اجرائے نبوت سے متعلق قادیانی دلائل پر ایک نظر:

مرزائی، قادیانی لوگوں سے اجرائے نبوت سے متعلق گفتگو کرنے سے پہلے یہ بات طے کر لینا اشد ضروری ہے کہ مرزائی کس قسم کی نبوت کے قائل ہیں اس لیے کہ مرزائی مطلقاً اجرائے نبوت کے قائل نہیں بلکہ حضور سید عالم ﷺ کے بعد وہ ایک خاص قسم کی نبوت کے قائل ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ پہلے ان سے اس خاص قسم کا قول کروا کر پھر اس دعویٰ کے مطابق ان سے دلیل طلب کی جائے اسلیے کہ دلیل اور دعویٰ میں مطابقت ہونا ضروری ہے۔ قادیانی عام طور پر نبوت کی تین طرح پر تقسیم کرتے ہیں۔

۱) تشریعی نبوت (حقیقی نبوت) ۲) مستقل نبوت (جسکا تشریعی و حقیقی ہونا ضروری نہیں [ان دونوں کا دروازہ بند ہو گیا]

۳) ظلی یا بروزی نبوت [اسکا دروازہ کھلا ہے]

حوالہ ۱: مرزا بشیر الدین محمود مذکورہ بالا ان تین اقسام نبوت کو یوں بیان کرتا ہے!

”میں نبیوں کی تین اقسام مانتا ہوں۔ (۱) جو شریعت لانے والے ہوں (۲) جو شریعت نہیں لائے لیکن انکو نبوت بعد واسطہ ملتی ہے اور کام وہ پہلی اُمت کا ہی کرتے ہیں جیسے سلیمان و ذکریا اور یحییٰ علیہم السلام۔ (۳) ایک جو نہ شریعت لائے اور ان کو بلا واسطہ نبوت ملتی ہے لیکن وہ پہلے نبی کی اتباع سے نبی ہوتے ہیں“۔ (قول فیصل ص ۱۴ مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود)

:۲

”اس جگہ یاد رہے کہ نبوت مختلف نوع پر ہے اور آج تک نبوت تین قسم پر ظاہر ہو چکی ہے۔ (۱) تشریعی نبوت: ایسی نبوت کو مسیح موعود نے حقیقی نبوت سے پکارا ہے۔ (۲) وہ نبوت جسکے لیے تشریعی یا حقیقی ہونا ضروری نہیں۔ ایسی نبوت مسیح موعود کی اصطلاح میں مستقل

نبوت ہے۔(۳)ظلی اور امتی نبی: حضورﷺ سے مستقل اور حقیقی نبوتوں کا دروازہ بند کیا گیا اور ظلی نبوت کا دروازہ کھولا گیا ہے۔"(مسئلہ کفر و اسلام کی حقیقت ص ۳۱ مصنفہ مرزا بشیر احمد)

:۳

"انبیائے کرام علیہم السلام دو قسم کے ہوتے ہیں۔تشریعی، غیر تشریعی۔پھر غیر تشریعی بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔۱)براہ راست نبوت پانے والے۔۲)نبی تشریعی کی اتباع سے نبوت حاصل کرنے والے۔آنحضرتﷺ کے پیشتر صرف دو قسم کے نبی آتے تھے"۔(مباحثہ راولپنڈی ص ۱۷۵)

مذکورہ الصدور حوالہ جات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱)نبوت کی تین اقسام میں سے دو بند اور ایک خاص قسم (ظلی نبوت) جاری ہے جو آپﷺ کی اتباع سے حاصل ہوتی ہے۔

۲)ظلی نبوت کی خاص قسم حضورﷺ کے بعد جاری ہوئی۔

۳)نبوت وھبی نہیں کسبی ہے۔اس لیے اتباع سے حاصل ہو رہی ہے۔

ان تنقیحات ثلاثہ کے بعد اب قادیانیوں سے ان کے مؤقف پر دلیل مانگی جائے تو پھر انکی دلیل کے جواب میں غور کیا جائے۔

۱)کیا یہ دلیل دعویٰ کے مطابق ہے کہ اس سے خاص قسم کی نبوت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

۲)کیا یہ خاص قسم بعد از نبوت محمدی ثابت ہوتی ہے یا مطلقاً ثابت ہو رہی ہے؟

۳)اور یہ کہ اس دلیل سے نبوت وھبی ثابت ہو رہی ہے یا کسبی؟

جب اس انداز سے آپ ان کو ہر طرف سے گھیر لیں گے تو پھر ان شاء اللہ کوئی مرزائی اپنے اجرائے نبوت پر ایک دلیل بھی پیش نہیں کرے گا۔اس لیے کہ وہ جب بھی اس موضوع پر بحث کرتے ہیں تو وہ اجرائے نبوت کا عام موضوع چھیڑ دیتے ہیں جو ان کے خاص دعویٰ کے مطابق نہیں ہوتے بلکہ ان کے اپنے مسلمات کے خلاف ہوتے ہیں۔

اجرائے نبوت پر قادیانی دلائل:

قادیانی عام طور پر قرآن مجید کی جن آیات بیّنات میں تحریف معنوی کرتے ہوئے اپنی خود ساختہ نبوت کی تقسیم کرتے ہیں اور پھر ان سے اپنے مزعومہ عقیدے کے مطابق نبوت کا جاری ہونا ثابت کرتے ہیں ہم اولاً اُن آیات کریمہ کو سور قرآنی کی ترتیب سے پیش کرتے ہیں تا کہ قارئین کرام ایک نظر میں ان آیات کو دیکھ سکیں۔ثانیاً ان میں سے چند آیات پر ضروری گفتگو کریں گے تا کہ اس موضوع پر مطالعہ کے شائقین کو قادیانی دلائل کے جوابات سمجھنے اور یاد رکھنے میں آسانی

رہے۔ملاحظہ ہوں وہ آیات جن کو مرزائی اپنے موقف کے طور پر پیش کرتے اور ان سے استدلال کرتے ہیں۔

۱۔اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ○صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ ۶،۵)

۲۔وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا○ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا○(النساء ۶۹،۷۰)

۳۔يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ○(الاعراف ۳۵)

۴۔وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط (آل عمران ۸۱)

۵۔وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا○(بنی اسرائیل ۱۵)

۶۔اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ط اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ○(الحج ۲۲:۷۵)

۷۔وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ (النور ۵۵)

۸۔يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (سورۃ المومن ۱۵)

۹۔هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ○وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○(الجمعہ ۲،۳)

۱۰۔وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ (آل عمران ۱۷۹)

۱۱۔يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ط اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ○(المومنون ۵۱)

قادیانی دلائل کا محاکمہ:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ○صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ ۶،۵)

استدلال:

قرآن مجید کی سورۃ فاتحہ کی اس آیت میں "مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ "اور"الضَّآلِّيْنَ "کے رستے سے بچنے کی دعا سکھائی گئی ہے اور انعام یافتہ لوگوں کے رستے پر چلنے کی دعا سیکھائی گئی ہے۔تا کہ ہم بھی انعام یافتہ بن جائیں۔

انعام یافتہ خدا تعالیٰ عزوجل کے نزدیک چار گروہ ہیں جیسا کہ سورۃ النساء آیت ۶۹ میں ہے۔وہ انبیاء،صدیقین اور صالحین ہیں بس اس دعا سکھانے میں ایک پیشگوئی ہے کہ اُمت محمدیہ میں چاروں گروہوں کے افراد پیدا ہو سکتے ہیں۔(احمدیہ تعلیمی پاکٹ بک حصہ اول ۲۳۱،۲۳۲)

جواب ا:

سورۃ فاتحہ کی آیت بالا سے اجرائے نبوت پر استدلال کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ نبوت ایک اکتسابی چیز ہے حالانکہ اس میں کسب کا کوئی دخل نہیں بلکہ یہ سراسر ایک وھبی امر ہے جیسا کہ خود قرآن مجید اسکی تصریح کر رہا ہے ملاحظہ ہو!

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى	اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر
عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْقَالَ	جھوٹ افترا کرے یا کہے میری طرف
اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ	وحی کی گئی اور اس کی طرف کچھ وحی نہیں کی
شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ	گئی اور جو کہے میں اس کی مثل اتار سکتا
مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَوْ تَرٰى	ہوں جو اللہ نے اتارا اور اگر تو دیکھے
اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ	جب ظالم موت کی سختیوں میں ہوں۔
الْمَوْتِ (الانعام۹۳)	

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا!

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ	اور جب انکے پاس کوئی آیت آتی ہے
نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ	کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے
اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَعْلَمُ	یہاں تک کہ ہم کو اس کی مثل دیا جائے جو
حَيْثُ يَجْعَلُ	اللہ کے رسولوں کو دیا گیا اللہ خوب جانتا
رِسَالَتَهٗ (الانعام۶:۱۲۴)	ہے کہ کہاں اپنی رسالت کو رکھے۔

مزید فرمایا!

بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۝ (المدثر ۷۴:۵۲)

بلکہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ اسے کھلے ہوئے صحیفے دیئے جائیں۔

قرآن مجید کی مذکورہ بالا تینوں آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ نبوت ورسالت یا شریعت کا ملنا ایک وھبی امر ہے اور یہ تقویٰ کے مدارج، مقامات میں سے نہیں کہ جو دعا اور کسب سے حاصل ہو سکے۔

جواب ۲:

تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جا سکتی کہ کسی ایک فرد کو بھی دعا کرنے سے نبوت ملی ہو۔ اس لیے کہ عطائے نبوت موھبت ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔

جواب ۳:

قادیانی جو کہ فاتحہ کی اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے اجرائے نبوت ثابت کرتے ہیں ان سے ہمارا سوال یہ ہے کہ حضور سید عالم محمد مصطفیٰ ﷺ کو یہ دعا قبل از نبوت سکھائی گئی یا بعد از نبوت؟۔

یہ بات بدیہی ہے کہ یہ وحی نبوت ہے اور اس پر سب متفق ہیں تو جب یہ وحی نبوت ہے تو معلوم ہوا کہ یہ دعا حضور ﷺ کو نبوت ملنے کے بعد سکھائی گئی لہذا آپ ﷺ کو نبوت اس دعا کے نتیجے میں نہیں ملی جب آپ ﷺ کو نبوت دعا کے نتیجہ میں نہیں ملی تو گذشتہ چودہ صدیوں میں جو لاکھوں ہزاروں اولیاء و مقربین ہو گزرے ہیں جن میں صحابہ، تابعین اور اکابر اولیاء، صلحا سب شامل ہیں اُن میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ ایسی دعا حصول نبوت کے لیے سکھاتے جو خیر اُمت ہیں حالانکہ ایسا آج تک نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہونے کا امکان ہے۔

قادیانی دلیل:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ (آل عمران ۸۱)

اور جب اللہ نے نبیوں کے ذریعہ سے عہد لیا کہ جو کچھ میں نے تمہیں کتاب اور حکمت سے دیا ہے پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو اُس کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم نے ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا۔

قادیانی استدلال:

اس آیت سے ظاہر ہے کہ ہر نبی سے قوم کی نمائندگی میں بعد میں آنے والے نبی کے متعلق ایمان لانے اور افرت کرنے کے لیے عہد لیا گیا۔ یا یہ عہد ہر نبی سے رسول کریم ﷺ کے متعلق لیا گیا۔ قرآن مجید میں ہے کہ اس قسم کا عہد رسول کریم ﷺ سے بھی لیا گیا چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے!

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ	اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا عہد لیا اور
وَ مِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ	تجھ سے بھی لیا اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور
مُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ	عیسیٰ ابن مریم سے اور ہم نے ان سے پختہ
وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا	عہد لیا تا کہ وہ سچوں سے ان کی سچائی کے
غَلِيْظًاO (الاحزاب ۳۳:۷)	متعلق سوال کرے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ رسول کریم ﷺ سے وہی نبیوں والا عہد لیا گیا ہے تا کہ مسلمان آئندہ آنے والے رسول پر ایمان لائیں اور اسکی مدد کریں۔ (احمدیہ تعلیمی پاکٹ بک ۲۴۸، ۲۴۷)

جواب ۱:

سورۃ آل عمران کی آیت میثاق جس سے آپ نبوت کا جاری ہونا ثابت کر رہے ہیں کیا اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں آج تک کسی ایک مفسر نے بھی آیت کا یہ معنی ومفہوم بیان کیا ہے جو آپ کر رہے ہیں زیادہ نہ سہی فقط ایک حوالہ ہی دکھا دیں ہم تمہیں چیلنج سے کہتے ہیں کہ تم قیامت تک کوئی ایسا حوالہ ثابت نہیں کر سکتے۔

جواب ۲:

اگر بقول تمہارے آیت میثاق سے نبوت کا جاری ہونا ثابت ہوتا ہے تو پھر بھی تمہارا دعویٰ باطل ہے اس لیے کہ" **لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ** "کے الفاظ صاف طور پر بتا رہے ہیں کہ اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ صاحب شریعت، صاحب کتاب وحکمت ہوتا۔ اور یہ تم بھی تسلیم کرتے ہو کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری کے ساتھ مستقل اور تشریعی نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور ظلی و اُمتی نبی کا دروازہ کھلا ہے۔ اس پر ہم یہ کہتے ہیں کہ مستقل اور تشریعی نبوت کے بند ہونے پر زیر بحث آیت کی روشنی میں جو دلیل تمہاری ہے ظلی اور امتی نبوت کے بند ہونے پر وہی دلیل ہماری ہے۔ **ما هو جوابكم فهو جوابنا۔**

جواب ۳:

سورۃ آل عمران کی زیر نظر آیت کریمہ جس سے قادیانی نبوت کا جاری ہونا ثابت کر رہے ہیں اس موقع پر ہم ان سے پوچھتے ہیں کیا قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کے سیاق وسباق یا کسی اور مقام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ عہد ہم نے محمد ﷺ

سے بھی لیا ہے۔ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

جواب ۴:

ہم پوری دنیائے قادیانیت کو کھلا چیلنج دیتے ہیں کہ وہ روئے زمین پر پائے جانے والے پورے ذخیرہ حدیث، کتب سیر اور کتب تاریخ میں سے کوئی ایک ضعیف سے ضعیف تر بلکہ اس سے بھی نیچے کوئی موضوع تر قول حدیث یا اثر دیکھا دے کہ سورۃ العمران کی اس آیت کے نزول کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو جمع کر کے یہ اعلان فرمایا ہو کہ لوگو! اللہ نے مجھ سے یہ عہد لیا ہے کہ میرے بعد جو بھی نبی آئے اس پر ایمان لاؤں اور اس کی تائید و نصرت کروں۔لہذا میرے متبع اور پیروکار ہونے کی حیثیت سے تم بھی اس کا عہد کرو۔ہم علی وجہ البصیرت اس بات کا اعلان و اظہار کرتے ہیں کہ حدیث ،سیرت اور تاریخ اسلام کے پورے لٹریچر میں اس قسم کے مضمون کا خفیف سے خفیف نام و نشان تک بھی نہیں ملتا بلکہ اس کے برعکس ہمارے دعویٰ کی تائید میں سینکڑوں احادیث طیبہ،اقوال و آثار صحابہ اور فرامین و فتاویٰ آئمہ محدثین و فقہائے اسلام ملتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ پر نبوت و رسالت اور وحی کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا اور اب کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں۔

قادیانی دلیل:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔(آل عمران ۱۷۹)	اللہ ایسا نہیں کہ تمہیں غیب پر اطلاع دے لیکن اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

بعض قادیانی آیت بالا میں صیغہ مضارع کی رعایت سے نبوت کا جاری ہونا ثابت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یجتبی سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت جاری ہے اسی لیے فرمایا ہے کہ یجتبی کہ جس کو رسول چاہے گا مطلع کرتا رہے گا غیب پر۔

جواب ۱:

اس آیت کریمہ سے اجرائے نبوت پر استدلال کرنا سراسر جہالت اور قرآنی اسلوب سے عدم واقفیت کے سوا کچھ نہیں۔اس لیے کہ اگر سیاق کلام پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر نبوت کا تو تذکرہ ہی نہیں بلکہ یہاں تو کفار اور منکرین کا رد کیا گیا ہے جو یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں براہ راست خیر اور رضا کی راہ کیوں نہیں بتا دیتا سو ان کے اس اعتراض کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ! اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ وہ تم میں سے ہر کسی کو اپنے علوم غیبیہ پر مطلع کر دے بلکہ وہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے منتخب کر لیتا ہے اور اسے اپنے علوم سے نوازتا ہے۔

”يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ“ کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ نبوت و رسالت ایک وہبی چیز ہے جو ہر

کسی کو نہیں ملتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ، منتخب انسانوں کو ملتی ہے جن کو وہ اپنی قدرت کاملہ سے چن لیتا ہے۔باقی رہے عام انسان تو انکے لیے حکم یہ ہے کہ وہ نبی و رسول پر بلا چوں و چراں ایمان لائیں جیسا کہ اس **اٰمنوا باللہ و رسلہ** اس پر واضح قرینہ موجود ہے۔لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ آل عمران کی اس آیت سے نبوت کا جاری ہونا ثابت کرنا جہالت اور بے علمی ہے۔

قادیانی دلیل:

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ	اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے تو یہ
فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ	ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام
عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيۡقِيۡنَ	کیا (یعنی) نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں
وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ وَحَسُنَ	اور صالح لوگوں (کیساتھ) اور یہ اچھے ساتھی
اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقًا○ذٰلِكَ الۡفَضۡلُ	ہیں۔یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کافی
مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ	جاننے والا ہے۔
عَلِيۡمًا○(النساء۶۹،۷۰)	

قادیانی استدلال:

اس آیت میں آئندہ نبی صدیق، شہید اور صالح بننے کیلیے اللہ اور آنحضرت ﷺ کی اطاعت کو شرط قرار دیا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت کی چاروں نعمتیں آپ کی اطاعت سے وابستہ ہیں اور نبی، صدیق، شہید اور صالح بننے کیلیے آپ ﷺ کی اطاعت شرط ہے گو یہ چاروں مرتبے ملتے خدا کے فضل سے ہی ہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا مستقل نبی نہیں آسکتا جس کے لیے آنحضرت ﷺ کی اطاعت شرط نہ ہو پس آنحضرت ﷺ اس آیت کی رو سے جہاں نبیوں کے آنے کے لیے مؤثر وجود قرار دیئے گئے ہیں وہاں آپ ﷺ کی اطاعت کو شرط قرار دے کر مستقل اور شارع انبیاء کا انقطاع بھی بطور اشارۃ النص بیان کر دیا گیا ہے۔گویا اس آیت میں آنحضرت ﷺ کو خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی دونوں کا مصداق قرار دیا گیا ہے۔ہاں نبیوں کے لیے مؤثر وجود بطور عبارت النص اور آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہونے کا ثبوت بطور اشارۃ النص بیان کیا گیا ہے۔(احمدیہ تعلیمی پاکٹ بک ا:۲۳۳،۲۳۴)

جواب ا:

زیر بحث آیت کریمہ کا خود ساختہ معنی و مفہوم جو آپ نے بیان کیا ہے تاریخ اسلام میں سے کسی معتبر مجدد یا مفسر سے

اس کی تائیدو توثیق پیش کریں جس نے یہ معنی بیان کیا ہو۔انشاء اللہ آپ قیامت تک ایک بھی تائید نہیں لا سکتے اس سے ثابت ہوا کہ آپ کا بیان کردہ معنی ومفہوم جمہور اہل اسلام کے عقیدہ کے خلاف ہے۔

جواب۲:

آیت کریمہ کا شان نزول اور پس منظر بھی آپ کے بیان کردہ معنی کی تردید کر رہا ہے!

عن عائشه قالت جاء رجل الى النبی ﷺ فقال یا رسول الله انك لاحب الی من نفسی وانك لا حب الی من لاحب الی من ولد وانی لاکون فی البیت فاذ کرك فما اصبر حتیاليك فانظر اليك واذا ذکرت موتی و موتك عرفت انك اذا دخلت الجنة رفعت مع النبین وانی اذا دخلت الجنة خشیت ان لا الاك فلم یرد النبی ﷺ شیاءً حتی نزل علیه جبریل فهذه الآیة(ومن یطع الله والرسول)اخرج الطبرانی وابن مردویه بسند لا باس به (تفسیر ابن کثیر)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ! ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے میری جان اور میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں آپ کو یاد کرتا ہوں تو مجھے صبر نہیں ہوتا یہاں تک کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتا ہوں پس آپ کی زیارت کرتا ہوں مگر جب میں اپنی اور آپ کی موت کو یاد کرتا ہوں تو جان لیتا ہوں کہ آپ جنت میں انبیاء کیساتھ ہوں گے جب میں جنت میں جاؤں گا تو اندیشہ ہے کہ آپ کو نہ دیکھ سکوں گا (تو میرا کیا حال ہوگا) آپ ﷺ نے ابھی کچھ نہیں فرمایا تھا کہ جبریل اس آیت کریمہ کولیکر نازل ہوئے۔

دوسری روایت میں ہے!

اخرج ابن ابی حاتم عن مسروق قال اصحاب محمد ﷺ یا رسول اللہ ما ینبغی لنا ان نفارقک فانک لو قدمت لدفعت فوقنا ولم ترک نانزل اللہ (ومن یطع اللہ والرسول)

ابن ابی حاتم نے مسروق سے تخریج کی ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم آپ سے جدائی نہیں چاہتے مگر جب آپ ﷺ آگے تشریف لے جائیں گے تو ہم سے بلند مقامات پر ہوں گے اور ہم آپ کو دیکھ نہ سکیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

تیسری روایت میں ہے!

اخرج عن عکرمۃ قال انی فتی النبی ﷺ فقال یا نبی اللہ ان لذاک نظرۃ فی الدنیا و یوم القیامۃ لا نراک فانک فی الجنۃ فی الدرجات العلیٰ یا رسول اللہ ھذہ الایۃفقال لہ رسول اللہ ﷺ انت معنی فی الجنۃ ان شاء اللہ۔

حضرت عکرمہ سے ہے کہ ایک نوجوان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ بے شک دنیا میں آپ ہم پر شفقت فرماتے ہیں مگر قیامت میں جب آپ بلند مقامات، درجات پر ہوں گے ہم آپ کو نہ دیکھ سکے (تو کیا حال ہوگا) تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تو ان شاء اللہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

جواب ۳:

آپ کی دلیل دعویٰ کے مطابق نہیں کیوں کہ ''النبیین'' کا لفظ انبیاء کی تمام اقسام کو شامل ہے۔ اگر اطاعت سے نبوت حاصل ہوسکتی ہے تو پھر ہر قسم کی نبوت اس میں شامل ہوگی اور ملنی چاہیے۔ اور یہ تمہارے عقیدے کے بھی خلاف ہے اس لیے کہ تم بھی کہتے ہو کہ نبوت کی جن اقسام میں سے دو قسمیں تشریعی اور مستقل نبوت حضور ﷺ کی تشریف آوری کیساتھ بند ہو چکی ہے اور اب صرف غیر تشریعی، ظلی نبوت جاری ہے لہذا تمہاری دلیل تمہارے دعوے کے مطابق نہیں ہے اس لیے قرآن نے یہ وضاحت نہیں کی کہ اطاعت سے فلاں نبوت تو مل سکتی ہے اور فلاں نہیں۔ یوں آپ کے عقیدے کے مطابق قرآن کے عام حکم میں بلاوجہ تخصیص و تقیید بھی لازم ہے جو بالاتفاق آئمہ تفسیر جائز نہیں۔

قادیانی اعتراض:

بلاوجہ و بلا دلیل قرآن مجید کے ایک عام لفظ میں تقیید و تخصیص ہمارے عقیدے سے زیادہ تمہارے عقیدے سے لازم آتی ہے کیوں کہ جب قرآن نے اطاعت کے نتیجہ میں چار انعامات کا ذکر کیا ہے تو آپ نے ایک درجے کو چھوڑ کر باقی تین کیوں اختیار کر لیے؟۔آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ خود نبی نہیں ہوگا لیکن نبیوں کیساتھ ہو گا۔

جواب ۱:

ہمارا جو عقیدہ ہے کہ کوئی بھی شخص اطاعت کرنے سے نبی نہیں ہوگا وہ اس زیر بحث آیت سے نہیں بلکہ دیگر آیتوں کی واضح نصوص کی بنا پر ہے۔مثلاً خاتم النبیین والی آیت (سورۃ الاحزاب ۴۵) اسکے برعکس پورے قرآن مجید میں خاتم الصدیقین، خاتم الشہداء اور خاتم الصالحین کی تصریح کرنے والی کوئی ایک آیت بھی نہیں ہے اس طرح اگر خاتم النبیین کی آیت نہ ہوتی تو ہم نبوت کو بھی مان لیتے لیکن نبوت کا درجہ ماننے سے سورۃ الاحزاب کی یہ آیت اور اس جیسی دیگر نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ مانع ہیں۔

جواب ۲:

بقول آپکے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۹ کی روشنی میں معیت سے مراد درجات ہیں۔ہم اسکو تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہم اطاعت سے ان تین طبقات، درجات کو ان کے ملنے کو ہم اس آیت سے نہیں مانتے۔کیوں کہ اس آیت میں درجات کا ذکر ہی نہیں بلکہ مطلقاً ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اطاعت کے نتیجہ میں انعام پانے والے یہ چار طبقات ہیں۔لہذا طبقات کے ذکر کو درجات قرار نہیں دیا جاسکتا ہاں ہم ان تین درجات کا اہل ایمان کو ملنا قرآن مجید کی دوسری آیت سے مانتے ہیں ملاحظہ ہو!

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ (الحدید ۵۷:۱۹)

اور جو اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لائے یہی اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں۔

دیکھئے اس آیت کریمہ میں درجات کا ذکر ہو رہا ہے رفاقت اور معیت کا بیان نہیں تو یہاں اُولٰٓئِكَ هُمُ النَّبِيُّوْنَ نہیں فرمایا گیا بلکہ فقط الصِّدِّيْقُوْنَ اور وَالشُّهَدَآءُ فرمایا ہے لہذا سورۃ الحدید کی اس آیت نے واضح کر دیا کہ اہل ایمان کو اطاعت کے نتیجہ میں تین درجات تو مل سکتے ہیں رہا چوتھا درجہ نبوت کا تو وہ ایک وھبی امر ہے جو اطاعت کے ذریعہ یا کسب کے واسطہ سے نہیں مل سکتا۔

جواب ۳: (بصورت اعتراض)

اگر بقول آپ کے مومنین کو اطاعت کے نتیجہ میں یہ چاروں درجات حاصل ہوتے ہیں تو ہم آپ سے سوال کرتے ہیں کہ یہ چاروں درجے حقیقی ہیں یا ظلی و بروزی اگر بقول آپ کے نبی ظلی اور بروزی ہوں گے تو کیا صدیق، شہدا اور صالح بھی ظلی و بروزی ہونے چاہئیں اور اگر تین درجے حقیقی ہیں تو نبی بھی حقیقی ہونا چاہیے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اطاعت کے نتیجہ میں درجے تو چار ملیں لیکن ان میں سے تین حقیقی ہوں اور ایک ظلی و بروزی ہو۔ انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ یا تو چاروں حقیقی ہوں یا چاروں بروزی ہوں۔ ایک کی تخصیص کس اصول کی بناء پر؟ اگر یہ کہو کہ صدیق و شہدا، صالح بروزی نہیں بلکہ حقیقی ہوتے ہیں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ جس دلیل کی بنا پر تم یہ کہو گے کہ صدیق و شہید اور صالح ظلی و بروزی نہیں ہوتے تو اس پر ہم یہ کہتے ہیں کہ جس دلیل کی بنا پر تم یہ کہتے ہو کہ یہ تینوں بروزی نہیں ہوتے اسی دلیل کی بنا پر ہم یہ کہتے ہیں کہ نبی حقیقی ہوتا ہے ظلی و بروزی نہیں۔ **ماھو جوابکم فھو جوابنا** ۔ظلی و بروزی نبی اس لیے نہیں ہوتا کہ یہ فقط تمہاری افتراع ہے جسکی تائید میں تم ایک بھی سند پیش نہیں کر سکتے۔

مرزائی اعتراض:

شہید کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی شہید دوسری شہید فقہی یا شہید حکمی جس کو ہم حقیقی و ظلی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

جواب:

کیا حقیقی شہید اور حکمی شہید دونوں کے احکام ایک ہیں؟ ہم یہ کہتے ہیں کہ دونوں کے احکام ایک نہیں۔ کیوں کہ غریق وغیرہ شہداء کو غسل دیا جاتا ہے جبکہ شہید حقیقی کو غسل نہیں دیا جاتا۔ تو معلوم ہوا کہ دونوں کے احکام علیحدہ علیحدہ ہیں۔ لیکن تمہارے نزدیک ظلی و بروزی نبی کے وہی احکام ہیں جو حقیقی نبی کے ہیں کہ جس طرح حقیقی نبی کا منکر کافر ہے تمہارے نزدیک ظلی نبی کا منکر بھی کافر ہے جیسا کہ حقیقت الوحی میں ہے!

> "کفر دو قسم پر ہے (اول) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ (دوم) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا عزوجل و رسول ﷺ نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لیے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں کیونکہ جو شخص باوجود شناخت کر لینے کے خدا اور رسول کے حکم کو نہیں مانتا وہ بموجب نصوص صریحہ قرآن اور حدیث کے خدا و

رسول کو بھی نہیں مانتا اور اس میں شک نہیں کہ جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک اول قسم کفر یا دوسری قسم کفر کی نسبت اتمام حجت ہو چکا ہے وہ قیامت کے دن مواخذہ کے لائق ہو گا اور جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا وہ مکذب اور منکر ہے تو گو یا شریعت (جس کی بنا پر ظاہر ہے) اسکا نام بھی کافر ہی رکھا ہے اور ہم بھی اسکو باتباع شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں"۔ (حقیقت الوحی ۱۷۹، ۱۸۰)

لفظ مع کا معنی اور استدلال:

لفظ "مع" جو لغت عرب میں بقول امام راغب اصفہانی ایک زمان یا مکان میں اجتماع و اتحاد کے لیے آتا ہے مگر مشہور قادیانی مصنف قاضی محمد نذیر مؤلف احمدیہ تعلیمی پاکٹ بک لفظ "مع" پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

"لفظ مع عربی زبان میں "فی اور من" کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جسکا مفہوم اگلے گروہ میں شامل کرنا ہوتا ہے"۔ (احمدیہ پاکٹ بک ۱:۲۳۴)

جواب ۱:

ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ لفظ "مع" عربی میں "من اور فی" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اسلیے کہ اگر یہ "من" کے معنی میں ہوتا تو پھر "مع" پر "من" داخل نہ ہوتا حالانکہ کلام عرب میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ "من" "مع" کیساتھ مل کر استعمال ہوا ہے کہا جاتا ہے!

دخول من نحو جئت من معه یعنی عرب کہتے ہیں جئت من مع القوم (المصباح المنیر :۵۷۶)

پس اس سے ثابت ہوا کہ مع کبھی "من" کے معنی میں نہیں ہوتا۔ اس لیے قادیانی قرآن مجید کی جن آیات میں "مع" کو "من" کے معنی میں بیان کرتے ہیں وہ معنی مغالطہ اور دھوکہ ہے۔

"مع" کے بارے میں صحیح یہی ہے کہ لفظ "مع" عربی زبان میں ایک وقت یا ایک مکان میں رفاقت اور مصاحبت کے معنی میں ہی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ قرآن وحدیث کی متعدد نصوص اس پر شاہد ہیں۔

جواب ۲:

اگر بقول آپکے "مع"، "من" کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے تو اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ یہاں اس آیت میں بھی مع، من کے معنی میں ہے جبکہ آج تک کسی مجدد، مفسر اور محدث نے بطور خاص اس آیت میں مع کو اس معنی میں نہیں لیا جس میں آپ لے رہے ہیں۔

جواب ۳:

اصولیین اس بات پر متفق ہیں کہ کوئی بھی ایسا لفظ جو دو معانی میں استعمال ہو جس میں سے ایک حقیقی معنی اور دوسرا مجازی معنی ہو تو ایسا لفظ مجازی معنی میں صرف اس وقت استعمال ہوگا جب حقیقت متعذر ہو اور حقیقی مراد لینا درست نہ ہو۔ اسی مسلمہ اصول اور ضابطے کے مطابق لفظ "مع" کا حقیقی معنی معیت اور رفاقت کے ہیں اور حقیقت بھی متعذر نہیں اس لیے زیر بحث آیت کریمہ میں اس کا حقیقی معنی مراد لینا ہی ضروری ہے مجازی معنی مراد نہیں لے سکتے۔ دوسری بات کہ یہاں یہ اپنے حقیقی معنی رفاقت میں ہی استعمال ہوا ہے اس پر آیت کریمہ کے یہ الفاظ ایک واضح قرینہ ہیں ارشاد فرمایا! "**وحسن اولئك رفيقاً**۔ کتنے اچھے رفیق ہیں"۔ اگر یہاں مع معیت کے معنی میں نہ لیا جائے تو پھر "**حسن اولئك رفيقاً**" الٰہی کا یہ جملہ بالکل بے فائدہ اور زائد قرار پائے گا کیونکہ جب اطاعت کرنے سے لوگ خود ہی نبی، صدیق وغیرہ بن گئے تو پھر یہ کہنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی کہ ان کی رفاقت اچھی ہوگی۔

قرآن مجید سے مع بمعنی معیت کی چند مثالیں:

آیئے اپنے دعوے کی دلیل کے طور پر ہم قرآن مجید سے بطور نمونہ چند مثالیں پیش کرتے ہیں تا کہ یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ قرآن میں جہاں کہیں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے وہاں وہ معیت کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔

۱۔ استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین (البقرہ۲:۴۳)

۲۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (۱۹۴:۲)

۳۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ (العنکبوت۲۹:۶۹)

۴۔ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ (الانفال۸:۱۲)

۵۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (الحدید۵۷:۴)

ان سب آیات میں کیا یہ کہا جائے گا کہ صبر کرنے والے، نماز پڑھنے والے، ڈرنے والے، مجاہدہ کرنے والے، احسان کرنے والے اور ملائکہ چونکہ ان سب کے ساتھ مع کا لفظ استعمال ہوا ہے اس لیے نعوذ باللہ یہ سب اللہ بن گئے ہیں۔

اگر "مع" کا معنی "فی" اور "من" ہی ہے تو پھر ہم مرزائیوں قادیانیوں سے یہ پوچھتے ہیں کہ درج ذیل آیات کا معنی کیا ہے؟

۱۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ (فتح۴۸:۲۸)

۲۔ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ط لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ (المائدہ۵:۱۲)

۳۔ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ (التوبۃ۹:۸۶)

۴۔ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت کثیرۃ باذن اللہ ان اللہ مع الصابرین (البقرۃ۲:۱۹۴)

۵۔ اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا(

"تلک عشرۃ کاملۃ" یہ پورے دس ہیں روئے زمین پر بسنے والا کوئی بڑا سے بڑا قادیانی عالم، دانشور جو مذکورہ الصدر آیات عشرۃ میں لفظ "مع" کو "فی" کے معنی میں کر کے انکا معنی و مفہوم واضح کرے؟

مع بمعنی معیت ورفاقت کی چند مثالیں احادیث سے:

جس طرح قرآن مجید میں لفظ "مع" "من" جارہ کیساتھ مل کر آرہا ہے اسی طرح حدیث مبارکہ میں بھی متعدد مقامات پر دونوں اکٹھے استعمال ہوئے ہیں۔ فرمایا!

۱۔ **التاجر الصدوق الامین مع النبین و الصدیقین والشھدا** (ترمذی) سچا دیانت دار تاجر (قیامت کے روز) انبیاء، صدیقین اور شہداء کیساتھ ہوگا۔

کیا کوئی قادیانی مبلغ یہ بتا سکتا ہے کہ سچا دیانت دار تاجر قیامت کے روز نبی صدیق یا شہید بن جائے گا؟ اسکا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہی ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہاں پر معیت سے مراد درجہ نہیں بلکہ رفاقت و سنگت ہے۔

۲۔ **عن ابی ذر قال قلت یا رسول اللہ المرءُ اوالرجل یحب القوم ولا یستطع ان یعمل کعما ھم قال یا ابا ذر انت مع من احببت قال انی احب اللہ و رسولہ قال انت مع من احببتہ** ۔ حضرت ابوذر فرماتے ہیں! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کوئی آدمی کسی قوم (گروہ) سے محبت کرتا ہے لیکن ان جیسا عمل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا (تو اس سے متعلق کیا حکم ہے) تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر تم اسی کیساتھ ہو گے جسکے ساتھ تمہیں محبت ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے ساتھ محبت ہے تو آپ ﷺ نے پھر وہی جواب ارشاد فرمایا! **المرا مع من احببتہ**۔

۳۔ **رواہ الطبرانی عن صفوان بن عسال المرادی من حدیث طویل قال بینا رسول اللہ ﷺ فی السفرا ء جاء رجل فقال یا محمد قالوا اغضض صوتك قال یا رسول اللہ ﷺ الرجل یحب القوم ولم یرھم؟ قال المرء مع من احبّ" رواہ الترمذی وقال حسن صحیح**" (طبرانی ۸:۶۴:۶۵) طبرانی نے صفوان بن عسال المرادی سے ایک طویل حدیث میں روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ جب حضور ﷺ سفر میں تھے تو ایک شخص حاضر خدمت ہو کر کہنے لگا یا محمد ﷺ اس صحابہ نے کہا اپنی آواز کو پست رکھو اس نے پھر کہا یا رسول اللہ ﷺ کوئی آدمی کسی دوسری قوم سے محبت رکھتا ہے حالانکہ اس نے ان کو دیکھا بھی نہیں (تو اسکے متعلق کیا حکم ہے؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا! **المرءُ من احب**۔

۴۔ مشہور حدیث جسکو امام ترمذی وغیرہ نے روایت کیا کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا! "**متی الساعۃ یا رسول اللہ**" کہ قیامت کب آئے گی تو اس پر آپ ﷺ نے اس سائل سے پوچھا "**ما اعدوت**

لھا" اے سائل تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ تو اس نے عرض کی کہ میرے پاس نماز اور روزوں کی کثرت تو نہیں ہے ہاں **"احب الله و رسوله"** میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں تو اس کے جواب میں بھی آپ ﷺ نے یہی ارشاد فرمایا! **"المرء مع من احب"**۔

درج ذیل احادیث کے اس جملہ "المرء مع من احب" پر بار بار غور کریں اور پھر بتائیں کہ حضور ﷺ جو افصح العرب کی شان کے حامل ہیں کو بھی کیا (معاذ اللہ) یہ معلوم نہ تھا کہ "مع" رفاقت و سنگت کے معنی میں نہیں بلکہ یہ "فی" اور "من" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ آپ ﷺ کے فرمان مبارک کا مقصد یہی ہے کہ کسی کے ساتھ محبت کرنے والا اپنے عمل محبت کے نتیجہ میں بعینہ وہی سب بن جاتا ہے بلکہ اس سے مراد رفاقت ہے۔

۵۔ ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے! **"انی لاحب رسول الله ﷺ واحب ابا بکر و عمر رضی الله عنها وازجوان الله یبغنی معهم وان لم اعمل کعملهم"** (ابن کثیر) میں رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہوں اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں اور میں امید رکھتا ہوں کہ (قیامت کے روز) انہی کیساتھ اٹھایا جاؤں گا اگر چہ میرے عمل ان جیسے نہیں ہیں۔

جواب بصورت سوال:

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پوری اُمت کا بہترین اور کامل ترین طبقہ ہیں۔ اگر تمام غوث، قطب، ابدال، یہاں تک کہ ہزاروں غوث اعظم بھی مل جائیں تو مقام و مرتبہ میں کسی چھوٹے سے چھوٹے صحابی حتیٰ کہ ایک ایسا خوش نصیب جس نے دولت ایمان کو پاتے ہی داعی اجل کو لبیک کہہ دیا ہو اور اسے کسی قسم کی عبادات و ریاضات اور اعمال صالحہ کرنے کا ایک لمحہ بھی نہ ملا ہو تو ایسے صحابی کی گرد راہ کو بھی نہیں پا سکتے۔ اس لیے کہ یہ وہ خوش نصیب طبقہ ہے جس کو فیاض ازل نے اس مزرعۃ الآخرۃ اور دار العمل حیات دینوی میں ہی اپنی رضا کی سند عطا فرما دی اور اپنے کلام میں مختلف پیرایہ میں اس انداز سے انکی تعریف و توصیف کی کہ ہفت اقلیم عالم بھی ان کے اس بخت رسا پر رشک کرتا ہے۔ خود خالق کائنات کا ارشاد ہے!

رَضِیَ اللّٰهُ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔ (المائدہ ۵:۱۱۹)	اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے یہ بڑی کامیابی ہے۔
رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ (البینۃ ۹۸:۸)	اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے یہ اس کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

حزب اللہ یعنی اللہ کا گروہ بھی صحابہ ہی ہیں!

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط	اللہ ان سے راضی ہوا اور اس سے راضی ہیں
أُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ط (المجادلۃ ۲۲:۵۸)	یہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے۔

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ جو لوگ ان خوش نصیب صحابہ کی صدق دل اور حسن نیت کیساتھ پیروی کرتے ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی رضا کی سند عطاء فرمادیتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ لا رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (التوبۃ ۹:۱۰۰)	اور وہ جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔

ایسا کیونکر ہوا؟ اسکا جواب بھی قرآن سے پوچھتے ہیں!

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (الاحزاب ۳۳:۲۳)	ان میں سے بعض وہ ہیں جنھوں نے اپنی نذر کو پورا کر دیا اور بعض ان سے وہ ہیں جو انتظار کرتے ہیں اور اپنی بات نہیں بدلی۔

یہ تو تمام صحابہ کا معاملہ ہے اب ان میں بدر، مہاجرین و انصار جن میں اکابر صحابہ بلکہ ان سے بڑھ کر شامل ہیں سرخیل صحابہ، معتمد نبی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسی ہستی بھی شامل ہیں کہ جنھوں نے اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و پیروی کرنے کا حق اس حد تک ادا کیا کہ خود سرکار دو عالم ﷺ اپنی لسان نبوت سے ارشاد فرماتے ہیں!

"ابو بکر خیر الناس بعدی الا ان یکون نبیًا ۔ میرے بعد لوگوں میں سے سب سے بہتر ابو بکر صدیق ہیں مگر یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں"۔

پھر خلیفہ ثانی عمر فاروق جیسی ہستی کہ جن سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہے بلکہ فرمان نبوی ہے!

"عن عقبة بن عامر قال النبی ﷺ لو کان بعدی نبی لکان عمر" عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتا"۔

غرض یہ کہ تاریخ انسانی کی رشک ملائکہ ہستیاں کیا اس قابل نہ تھیں کہ اطاعت محمدی و پیروی رسالت کے نتیجہ میں ان کو نبوت سے سرفراز کیا جا سکتا؟ کیا ان کی عبادت و ریاضت، زہد و ورع، تقویٰ و طہارت، تزکیہ و تصفیہ، خلوص و اخلاص محبت الٰہی و عشق نبوی میں معاذ اللہ کوئی نقص تھا کہ ان ستودہ صفات اور منتخب رجال انسانیت میں سے کوئی ایک بھی اس مقام رفیع کی

رفعتوں تک رسائی حاصل کرنے کا اہل نہیں تھا؟ کہ صدیوں کے بعد ایک ایسا شخص اس منصب پر فائز کر دیا گیا کہ خود جسکا حقیقی بیٹا یہ گواہی دیتا ہے کہ "میرا باپ مسٹر غلام احمد تارک الصوم تھا" یعنی رمضان کے فرض روزے بھی نہیں رکھتا تھا (سیرۃ المہدی)

مرزائیوں سے ایک اور سوال:

من یطع اللہ والرسول ۔۔الخ میں کلمہ "من" عام ہے جو مرد اور عورت سب کو شامل ہے اگر اطاعت اور پیروی کرنے سے نبوت مل جاتی ہے تو پھر قرآن کے اس عموم کا تقاضا ہے کہ عورت بھی نبی ہو حالانکہ اس پر سب متفق ہیں کہ عورت نبی نہیں ہو سکتی۔ اگر تمہاری یہ بات درست ہے کہ کامل اطاعت اور پیروی سے انسان نبوت کے مقام بلند تک پہنچ جاتا ہے تو ثابت کیجیے کہ تاریخ میں کوئی عورت بھی نبی بن کر آئی ہو حالانکہ آسیہ، مریم، صدیقہ وخدیجہ اور فاطمہ رضوان اللہ تعالی علیہا ایسی پاک باز اور نیک سیرت خواتین گزری ہیں کہ قرآن اُن کی سیرت و کردار پر گواہ ہے۔

دوسری بات یہ کہ اگر تم کسی عورت کا نبی ہونا ثابت نہ کر سکو اور قرآن کے اس عموم سے اگر تم عورت کو خارج کرو تو جس دلیل کیساتھ تم عورت کی نبوت کا انکار کرو گے اسی دلیل سے ہم حضور خاتم النبیین محمد کریم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد کسی نئے نبی کی آمد وامکان کا انکار کرتے ہیں۔ فاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

زیر بحث آیت کی روشنی میں آخری سوال:

"النبیین" جمع کا صیغہ ہے جسکا اطلاق کم از کم تین افراد پر ہوتا ہے سوال یہ ہے کہ دور نبوی سے لیکر ۱۹ ویں صدی کے نصف اول تک کوئی ایسا کامل اطاعت کرنے والا شخص پیدا نہیں ہو سکا کہ جس کو نبوت سے نوازا جاتا۔ صدیوں کے بعد مرزا صاحب ہی ایسے ہوئے ہیں کہ جو اس مقام تک پہنچنے کے اہل تھے۔ حالانکہ خود انہیں اپنے انسان ہونے پر بھی یقین نہیں خود کہتے ہیں!

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں — ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

(براہین احمدیہ حصہ ۵ ص ۹۷) (روحانی خزائن ج ۲۱ ص ۱۲۷)

قادیانی دلیل:

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (الاعراف ۷:۳۵)	اے بنی آدم اگر کبھی تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول آئیں۔ میری آیات تم پر بیان کریں تو جو کوئی تقوی کرے اور اصلاح کرے ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ پچھتائیں گے۔

استدلال:

لفظ ”یَـا تِیَنَّ “ پرنون تاکید رسولوں کے بھیجا جانے کو زمانہ مستقبل سے وابستہ کر رہا ہے۔ اِمَّا حرف شرط تاکید کا فائدہ دے رہا ہے۔ یہ خطاب آئندہ زمانے کے بنی آدم کو ہے۔ پہلی ساری آیات مستقبل کے لیے قرینہ ہیں۔(احمدیہ تعلیمی پاکٹ بک ا:۲۴۲)

زیر مطالعہ سورۃ الاعراف کی اس آیت کریمہ سے قادیانیوں کے اجرائے نبوے کے استدلال پر قربان ہونے کو دل چاہتا ہے۔ کیا خوب استدلال ہے اسکو کہتے ہیں اندھے کو اندھیرے میں دور کی سوجی۔

آیئے اب ہم اس قادیانی استدلال کا جائزہ لیتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ اُن کا یہ استدلال بھی تار عنکبوت سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

جواب ا:

قرآن مجید جو کلام الٰہی ہے جسکے اندر حسین ارتباط پایا جاتا ہے لہٰذا قرآن مجید کی کسی بھی آیت یا حکم کے معنی و مفہوم کا تعین کرتے ہوئے سیاق وسباق کو مدنظر رکھنا جروری ہے کیونکہ قرآن کی بعض آیتیں بعض آیتوں کی تفسیر کرتی ہیں۔ چنانچہ آئمہ تفسیر کے اس مسلمہ ضابطے اور اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے زیر مطالعہ آیت مبارکہ کے سیاق وسباق کی روشنی میں قادیانی فریب کا پردہ چاک کرتے ہیں۔

سورۃ الاعراف کے دوسرے رکوع کا آغاز ہی تخلیق انسانی اور آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سجدے سے ہو رہا ہے۔ اسکے بعد ابلیس شیطان کو آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے اور حکم عدولی اور تکبر پر سزا دیتے ہوئے ”**قال اخرج منھا مذء مًا و دحورًا** “ حکم سنانے کے بعد آدم وحوا سلام اللہ علیہا کو جنت میں سکونت پذیر رہنے کا ارشاد ہوتا ہے پھر قصہ آدم و ابلیس مختصر طور پر بیان کرتے ہوئے تمام بنی آدم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ”**یبنی اٰدم انزلنا علیکم لباسا** “ پھر فرمایا! ”**یبنی اٰدم لا یفتننکم الشیطان** “ یوں اللہ تعالیٰ نے شیطان کے حملوں سے محفوظ رہنے اور اپنی بندگی اور عبادت کے آداب سکھاتے ہوئے بنی ادم خذوا زینتکم عندکل مسجد فرما کر آخر میں پوری نوع انسانی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا! ”**یبنی اٰدم اما یا تینکم رسل منکم**“۔

یوں اس سیاق کلام کو سامنے رکھتے ہوئے غور وفکر کرنے سے جو حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ سورۃ الاعراف کی آیت ۳۵ میں بنی ادم کے الفاظ سے خطاب کر کے جو بات کہی جا رہی ہے اسکا تعلق آغاز آفرینش سے ہے نہ کہ نزول قرآن کے وقت سے۔ مطلب یہ کہ آفرینش کار کے وقت جب حضرت آدم علیہ السلام کا زمین کی طرف ھبوط کیا جانے لگا تھا اسوقت انکی پشت میں جو ان کی اولاد موجود تھی اُن سب کو مخاطب کر کے متوجہ کر دیا گیا تھا کہ ”اے اولاد آدم تمہاری نجات

اس ہدایت کی پیروی میں ہے جو خدا کی طرف سے بھیجے گئے انبیاء ورسل کے ذریعہ سے آئے اسکے علاوہ تم جس راہ کی طرف بھی جاؤ گے گمراہ ہو جاؤ گے۔

جواب ۲:

اسی قسم کے مضمون کی آیات قرآن مجید میں تین مقامات پر آئی ہیں اور ان میں سے ہر مقام پر قصہ آدم وحوا کے سلسلہ میں ہی اس کو وارد کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں!

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ	پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت
تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ	آئے تو جو میری ہدایت پر ہے نہ ان کو ڈر ہے
وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (البقرۃ۲:۳۸)	اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔
فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنِ	سو اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت
اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ	آئے سو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے
وَلَا یَشْقٰی (طہٰ۲۰:۱۲۳)	گا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ تکلیف میں پڑے گا۔

تیسرا مقام سورۃ الاعراف کی زیر بحث آیت کریمہ ہے۔ اگر ان تینوں آیات کے مضمون کو دیکھا جائے تو نہ صرف اس میں وحدت پائی جاتی ہے بلکہ تینوں کا موقع ومحل ایک ہی ہے اور وہ ہے قصہ آدم وحوا۔ لہٰذا قرآن کے اس اسلوب سے واضح ہو گیا کہ **یٰبنی اٰدم** کے الفاظ سے نوع انسانی کو جو خطاب کیا جا رہا ہے اسکا تعلق آغاز وابتدائے آفرینش کے وقت سے ہے نہ کہ نزول قرآن کے وقت سے یوں قرآن مجید کے ان تینوں مقامات کے سیاق وسباق اور موقع محل کو مدنظر رکھتے ہوئے اس زیر بحث آیت سے اجرائے نبوت پر استدلال کرنا سراسر جہالت اور کم فہمی اور کم علمی کے سوا کچھ نہیں۔

جواب ۳:

تمہارا دعویٰ ہے کہ کامل اطاعت سے انسان کو نبوت مل جاتی ہے جس کو تم ظلی وبروزی اور اُمتی نبی کہتے ہو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبوت کسبی چیز ہے زیر بحث آیت (سورۃ الاعراف ۷:۳۵) سے تمہارے اس دعوے کا بھی بطلان ہو رہا ہے آیت کریمہ کے الفاظ یہ ہیں! "**یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ**" کہ تم میں سے رسول آئیں گے جو تم پر میری آیات تلاوت کریں گے۔ ان الفاظ قرآنی سے دو امور ثابت ہو رہے ہیں۔

۱۔ رسول تو تم میں سے آئیں گے لیکن بھیجنے والا میں (اللہ تعالیٰ) ہوں

۲۔ رسول تم پر میری آیتیں، احکام پیش کرے گا یعنی تم کو شریعت دے گا۔

لہٰذا امر اوّل سے ثابت ہوا کہ نبوت سراسر موہبت ہے، وھبی امر ہے، جو اللہ تعالیٰ جس کو چاہے عطا فرمائے گا۔ یہ

بات آیت کی اشارۃ النص سے ثابت ہوئی یوں کہ اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرما رہا ہے "یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ" پورے بوع انسانی کو خطاب کیا اب "یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُل" کہہ کر یہ واضح فرمادیا کہ اب تو میں نے خطاب تم سب کو کیا ہے مگر اسکے بعد تم میں سے ہر ایک کیساتھ مخاطب نہیں ہوا کروں گا، بلکہ آج کے بعد مجھ سے ہمکلامی کا شرف وہی پائیں گے یا میں خطاب انھیں نفوس قدسیہ کو کیا کروں گا جس کو میں اپنی قدرت کاملہ اور رحمت تامہ کے ذریعہ سے اس شرف وسعادت کیلیے چن لیا کروں گا وہی نبی اور رسول کہلائیں گے۔ سو تمہاری سعادت مندی، کامیابی اب انھیں برگزیدہ اور مرسلین ہستیوں کی پیروی پر ہی موقوف ہے جو ان نفوس قدسیہ کی راہ پر چلے گا وہ کامیاب ہوگا اور جو اسکو چھوڑ دے گا وہ شاہراہ حیات پر بھٹک کر گمراہ ہو جائے گا۔

جواب ۴:

اگر بقول آپ کے اس آیت کریمہ سے اجرائے نبوت کو مان بھی لیا جائے تو پھر بھی آیت واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ آنے والا نبی صاحب شریعت ہو اس لیے کہ "یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِی" کے الفاظ صاف طور پر بیان کر رہے ہیں کہ نیا آنے والا نبی آیات الٰہیہ بیان کرے گا۔ حالانکہ تمہارا بھی عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کی تشریف آوری کیساتھ مستقل اور تشریعی نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور اب صرف ظلی اور اُمتی نبوت (جو تمہاری اپنی ایجاد کردہ اصطلاحیں ہیں) جاری ہے۔ اس طرح تو یہ آیت اور بطور خاص یہ الفاظ صریح اور کھلے طور پر تمہارے عقیدے کا بطلان ظاہر کر رہے ہیں۔

جواب ۵:

بڑے بڑے آئمہ تفسیر اور دیگر مفسرین بھی سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۳۸ اور سورۃ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۲۳ کی طرح سورۃ الاعراف کی اس آیت کو بھی قصہ آدم وحوا سے متعلق ہی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ امام رازی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں!

"ان کان خطا بالرسول علیه الصلوٰة والسلام و هو خاتم الانبیاء علیه و علیهم السلام لانه تعالیٰ اجری الکلام علی ما یقنضیه سنة فی الامم" (تفسیر کبیر ۱۴:۶۹) اگر خطاب نبی اکرم ﷺ کی طرف ہو حالانکہ وہ خاتم الانبیاء ہیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ یہاں اُمتوں کے بارے میں اپنی سنت بیان فرما رہا ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں!

"ذهب الیه بعض المحققین ان هذا احکایة لما وقع مع کل قوم وقیل المراد یبنی اٰدم امة نبینا ﷺ وهو خلاف ظاهر و یبعده جمع الرسل فی قوله سبحانه (اما یاتینکم رسل منکم)" (روح المعانی ۸:۱۱۴) بعض محققین اس طرف بھی گئے ہیں کہ ہر قوم کیساتھ جو معاملہ پیش آیا ہے اسے یہاں حکایۃً پیش کیا گیا ہے یہاں بنی آدم سے نبی اکرم ﷺ کی اُمت مراد لینا مستبعد اور خلاف ظاہر

ہے کیونکہ یہاں جمع کا لفظ ''رُسُل'' استعمال ہوا ہے۔

علامہ ابن جریر طبری کی رائے!

''عن ابی یسار السلمی قال ان اللہ تبارک تعالیٰ جعل اٰدم و ذریتہ فی کفہ فقال (یابنی اٰدم اما یا تینکم) (جامع البیان طبری ۵:۱۲۴) ابو یسار سلمی نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت کو یکجا اور ایک ہی وقت میں خطاب کیا ہے۔

جواب ۶:

سورۃ الاعراف کی اس آیت سے نبوت کا ثابت کرنا بابی مذہب کی دلیل ہے کیونکہ وہ قرآن کو منسوخ مانتے ہیں اسکے برعکس مرزا صاحب اور تمہارا عقیدہ ہے کہ قرآن منسوخ نہیں لہذا دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہیں اسلیے بھی تمہارا اجرائے نبوت کا دعویٰ باطل ہو گیا۔

جواب ۷:

نہ صرف اس آیت کریمہ میں بلکہ پورے قرآن مجید میں یہ کہیں بھی بیان نہیں ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد آنے والے رسول اور نبی محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی پیروی کرنے والے ہوں گے۔ بنی آدم کا لفظ عام ہے جو مسلم و غیر مسلم سب کو شامل ہے دوسرا یہ اس آنے والے رسول یا نبی پر آیات کا نزول بھی لازم ہے۔ لہذا اس کا لازم و بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ آپ سید عالم ﷺ کے بعد جو نبی اور رسول کا آنا جائز رکھتا ہے وہ اس نبی کیساتھ شریعت کو بھی لائے اگر آئیں گے تو دونوں اکٹھے آئیں گے اگر شریعت نہیں آسکتی تو رسول بھی نہیں آسکتا۔ جبکہ تم اختتام شریعت کے قائل ہو کہ اب شریعت کوئی نہیں آئے لیکن اسکے ساتھ ہی نبی کی آمد کو جائز تسلیم کرتے ہو جس سے خود بخود تمہارا اس آیت سے استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

جواب ۸:

آج تک پوری تاریخ اسلام میں کسی مجدد کسی مفسر اور کسی عالم نے اس آیت کا یہ معنی و مفہوم مراد نہیں لیا جو تم لے رہے ہو لہذا یہ اجماع اُمت کے بھی خلاف ہے۔

قادیانی دلیل:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا ۝ (بنی اسرائیل ۱۷:۱۵)

اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں عذاب نہیں دیا کرتے۔

استدلال:

آیت سے ظاہر ہے کہ عذاب سے پہلے اتمام حجت کیلیے رسول کا آنا ضروری ہے۔ وان من قریۃ الا

نحن مهلكوها۔۔۔الخ کے مطابق قیامت سے پہلے عالمگیر عذاب آئے گا۔پس اس موقع پر ایک رسول کا آنا ضروری ثابت ہوا۔تا کہ حجت پوری ہو اور نافرمان لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اس سے پہلے کہ ہم ذلیل و رسوا ہوں۔(احمد یہ تعلیمی پاکٹ بک ا:۲۵۰)

جواب ا:

آج تک کسی مفسر نے اس آیت کریمہ کا یہ معنی اور مفہوم بیان نہیں کیا جو تم کر رہے ہو اگر کیا ہے تو کم از کم ایک نام ضرور پیش کریں جس سے تمہارے اس دعوے کی تائید و تصدیق ہو جائے۔ہم کہہ دیتے ہیں کہ قیامت تک آپ ایسا نہیں کر سکتے۔

جواب ۲:

عذاب تو مختلف صورتوں میں دنیا کے مختلف علاقوں میں اب بھی آ رہے ہیں حالانکہ کوئی رسول بھی موجود نہیں۔اگر یہ کسی گزشتہ رسول کے انکار کی وجہ سے ہے تو پھر وہ رسول آنحضرت ﷺ ہی کیوں نہیں؟ کیا آپ ﷺ کی رسالت کا زمانہ ختم ہو گیا۔(لاؤ کوئی دلیل اگر ہے)

قادیانیوں سے ایک سوال:

کیا اللہ تعالیٰ نے کہیں یہ حد بندی کی ہے کہ تیرہ سو سال تک تو جو عذاب آئیگا وہ آپ ﷺ کے انکار کی وجہ سے آئے گا اور اسکے بعد کسی اور رسول کی وجہ سے آئے گا اور پھر یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ مرزا صاحب کی وجہ سے کتنی مدت تک عذاب آئیں گے تا کہ بعد میں کسی اور کی تلاش کی جائے۔

قادیانی دلیل:

اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۝ (الحج ۲۲:۷۵)

خدا فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب کر لیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی بیشک خدا سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

استدلال:

اس آیت میں فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول بھیجے جانے کے متعلق خدائی قانون بیان ہوا ہے "ولن تجد لسنة الله تبديلا" خدائی سنت میں تم ہرگز تبدیلی نہیں پاؤ گے۔**يصطفى** مضارع کا صیغہ ہے جو اس جگہ قانون بیان کرنے کی وجہ سے استمرار تجریدی کا فائدہ دیتا ہے۔مضارع کے معنی حال کے بھی ہوتے ہیں اور مستقبل کے بھی۔(احمدیہ پاکٹ بک ا:۲۴۵)

جواب ا:

آج تک مفسرین میں سے کسی ایک نے بھی اس آیت کا یہ معنی بیان نہیں کیا کہ حضور سید عالم ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کا آنا اس سے مستفاد ہوتا ہے۔

جواب ۲:

یصطفی اگرچہ مضارع کا صیغہ ہے مگر یہ اصطفی کے معنی میں ہے۔اور یہ قرآن مجید اور لغت عرب کا عام اسلوب ہے کہ ماضی اور مضارع ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے رہتے ہیں اور اسکی لا تعداد مثالیں موجود ہیں ۔مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام علی نبینا الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے!

وَاِذْقَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ (المائدہ۵:۱۱۶)	اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا۔

مزید ملاحظہ ہو!

وَلَوْ تَرٰى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَا قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (الانعام۶:۳۰)	اور اگر آپ دیکھیں کہ جب اپنے رب کے حضور کھڑے کیے جائیں گے تو وہ فرمائے گا! کیا یہ حق نہیں؟ یہ کہیں گے کیوں نہیں ہمیں اپنے رب کی قسم تو (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا تو اب عذاب چکھو بدلہ اپنے کفر کا۔

ان دونوں آیات مبارکہ میں قال،قلت،قالوا،وقفوا سب صیغے ماضی کے ہیں مگر مضارع کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ سیاق کلام سے بھی اس امر کی تائید نہیں ہوتی کہ یہاں کوئی نبوت ورسالت کا تذکرہ ہو رہا ہے۔لہذا اس آیت سے نبوت کے جاری ہونے پر استدلال کرنا سرے ہی سے غلط ہے۔

جواب ۳:

زیر بحث آیت کریمہ کا سیاق وسباق بھی آپ کے اس دعوے اجرائے نبوت کو باطل قرار دیتا ہے۔اگر اس سے پہلی آیات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات میں شرک کا رد کیا گیا ہے صرف ترجمہ ملاحظہ ہو!

"اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اسے خوب کان لگا کر سنو۔وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو ایک مکھی تک نہیں بنا سکتے اگر چہ وہ سب اکٹھے ہو جائیں۔اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو وہ اس سے چھڑوا نہ سکیں گے۔کتنا کمزور ہے چاہنے والا اور وہ جسکو چاہا

گیا۔اور (انسان) نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیے تھی بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا غالب ہے"۔(الحج ۲۲:۷۴،۷۳)

یہ ہے اس زیر مطالعہ آیت کا سیاق کہ پہلے شرک کا رد کر کے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے انسان اور ملائکہ سب سے بہترین مخلوق ہیں اور ان میں سے انسان کو اشرف المخلوق کے درجے پر فائز کیا گیا ہے۔اس بلند مقام پر ہونے کے باوجود انسانوں اور ملائکہ میں سے کسی کو الوہیت کا منصب نہیں دیا گیا بلکہ اس الہ مطلق خدائے واحد کی نعمتوں میں سے سب سے بہترین نعمت نبوت ورسالت ہے جس سے ان کو سرفراز کیا گیا ہے۔تو جب ایسی عظیم المرتبت ہستیاں خدا کی شریک نہیں ہیں تو اور چیزیں یا کوئی دوسری مخلوق کیسے خدا کی شریک ہو سکتی ہے۔تو گویا کہ یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ سورۃ الحج کی اس آیت ۷۵ سے نبوت کے جاری ہونے پر استدلال کرنا کلام الٰہی میں معنوی تحریف کرنا ہے۔

قادیانی دلیل:

یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ۝ (المومنون ۵۱)	اے رسولو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں میں سے اور عمل صالح کرو بے شک میں تمہارے اعمال کو جاننے والا ہوں۔

استدلال:

اس آیت میں آنحضرت ﷺ کے بعد آنے والے رسولوں کو پاکیزہ چیزیں کھانے اور عمل صالح کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اگر نبوت جاری نہیں تو پھر یہ حکم کس کو دیا جا رہا ہے؟

جواب ۱:

آیت کا مطلب یہ لینا کہ نبی اکرم حضور سید عالم ﷺ کے بعد نبوت جاری قرآن کی معنوی تحریف اور اجماع اُمت کے خلاف ہے۔

جواب ۲:

"الرسل" جمع کا صیغہ ہے جس کا اطلاق کم از کم تین افراد پر ہوتا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ چودہ سو سال میں صرف ایک شخص کو ہی نبوت دی گئی ہو جبکہ اُمت میں صلحاء اور اتقیاء لاکھوں کی تعداد میں ہو گزرے ہیں اور ایسے کہ خود تقویٰ وطہارت کو بھی ان پر ناز تھا۔جبکہ مرزا جی جو مدعی نبوت ہیں وہ شراب کے رسیاء غیر محرم عورتوں سے اختلاط رکھنے والے اور جھوٹ بولنے کے عادی ہیں۔

جواب۳:

یہ آیت جس سلسلہ کلام میں وارد ہوئی ہے وہ دوسرے رکوع سے مسلسل چلا آرہا ہے جس میں حضرت نوح سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء کی تشریف آوری اور انکی قوموں کا ذکر ہے جس میں بتایا یہ گیا ہے کہ ہر دور میں انبیاء کرام کی ایک ہی تعلیم رہی۔ان سب کا طریقہ بھی ایک ہی رہا ہے اور ایک ہی طرح ان سب پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم رہا ہے لہذا اس سارے کلام مربوط ومسلسل میں وارد ہونے والی آیت ''یٰآَیُّھَا الرُّسُلُ''۔الخ کا یہ ترجمہ کرنا یا مطلب بیان کرنا۔''اے رسولو! جو محمد ﷺ کے بعد آنے والے ہو پاک رزق کھاؤ اور نیک عمل کرو۔قرآن پر زیادتی،دین میں فتنہ انگیزی کے سوا کچھ نہیں ہے۔بلکہ آیت کریمہ کا صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ ان تمام رسولوں کو جو حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے لیکر اب تک آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہی ہدایت فرمائی ہے کہ تم پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔

قادیانی دلیل:

وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْامِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ(النور۵۵)

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اُن سے خدا کا وعدہ ہے کہ انکو ملک کا حاکم بنادے گا جیسا اُن سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا۔

استدلال:

كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْن کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ اس اُمت کے خلفاء پہلی اُمتوں میں گزرے ہوئے خلفاء کے مثیل اور ان کے مشابہ ہوں گے چونکہ پہلے گزرے ہوئے خلیفہ دو قسم کے ہوئے ہیں بعض نبی اور بعض غیر نبی لہذا اس خلافت موعودہ منصوصہ میں بھی دونوں قسم کے خلفاء ہونے ضروری ہیں۔(احمدیہ پاکٹ بک ا:۲۵۲)

جواب۱:

دیگر آیات کی اس آیت کے بھی صالحین اور مفسرین نے وہ معنی نہیں لیے جو آپ لے رہے ہیں اور نبوت کا جاری ہونا ثابت کر رہے ہیں لہذا قرآن میں تحریف معنوی ہے۔

جواب۲:

بقول آپ کے خلیفے دو قسم کے ہوتے ہیں بعض نبی اور بعض غیر نبی لہذا اس خلافت موعودہ منصوصہ میں بھی دونوں قسم کے خلفاء ہونے ضروری ہیں تو بھی آپ کا دعویٰ باطل ہے اس لیے بعض نبی کے الفاظ مطلق نبوت پر دلالت کرتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی مستقل یا غیر مستقل نبوت کی تقسیم نہیں حالانکہ تم خود اس تقسیم کے قائل ہو اور تمہارے خودساختہ پورے نظام کی بنیاد

ہی اس نظریے پر قائم ہے لہذا دعویٰ اور دلیل میں عدم مطابقت کی وجہ سے تمہارا دعویٰ خود بخود باطل ہو گیا۔

جواب ۳:

آیت زیر نظر میں خلیفہ بنائے جانے کی بات ہو رہی نہ کہ نبوت کی حالانکہ آپ جن مرزا صاحب قادیانی کو مانتے ہیں وہ نبوت کے مدعی ہیں خلافت کا دعویٰ ہی نہیں جیسا کہ اُن کی بہت سی تحریرات اس پر گواہ ہیں!

"میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو در حقیقت خاتم النبیین تھے مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے کیوں کہ میں بار بار بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت **واخرین منھم لما یلحقوا بھم** بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے"۔(ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۰)

"اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے"۔(تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸)

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا"۔(حقیقۃ الوحی ص ۱۸۳)

ان تینوں حوالہ جات سے یہ ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت کا ہے نہ کہ خلیفہ ہونے کا جبکہ آیت کریمہ میں **استخلاف فی الارض** یعنی زمین میں خلیفہ بنائے جانے کا وعدہ ہے لہذا یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو کر سامنے آ گئی ہے کہ تمہارے دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہیں اور تمہارا دعویٰ اس آیت کریمہ سے نبوت کے جاری ہونے کا باطل ہوا۔

قادیانی دلیل:

يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (سورۃ المومن ۱۵)	وہ روح کو اپنے حکم سے اپنے بندوں میں جس پر چاہتا ہے ڈالتا ہے۔

بعض قادیانی لوگ مذکورہ بالا اس آیت کریمہ سے بھی نبوت کے جاری ہونے پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ **يُلْقِي الرُّوحَ** ارشاد فرمایا گیا ہے۔اس صیغہ مضارع کا آنا اس پر دلیل ہے کہ القاء روح جاری ہے یعنی نبوت جاری ہے۔

جواب ۱:

آج تک کسی ایک عالم، مفسر یا مجدد نے اس آیت کا یہ معنی بیان نہیں کیا جو تم کر رہے ہو اگر کسی نے کیا ہے اور اس سے نبوت کا جاری ہونا ثابت کیا ہے جیسا کہ تم کرتے ہو تو پیش کرو۔

جواب ۲:

یہ آیت سورۃ المومن کے دوسرے رکوع کی ہے جس میں کفار، معاندین حق اور مشرکین کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بندوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ تم خالص اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور اگر چہ کافروں کو یہ پسند نہ آئے چنانچہ ان مخلص بندگان خدا کو ذات قدسیہ کی طرف سے عطا کئے جانے والے انعام کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا! یلقی الروح من امرہ یہاں پر روح سے مراد کلام الہٰی ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس کیساتھ اللہ تعالیٰ کلام فرمائے وہ نبی ہوگا دیکھئے قرآن مجید میں ہے کہ!

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ (النحل ۱۶:۶۸)	اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی۔
وَاَوْحٰی فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا (حٰم السجدۃ ۴۱:۱۲)	ہر آسمان میں اسکے کام کا حکم بھیجا۔
وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَ بِرَسُوْلِیْ (المائدہ ۵:۱۱۱)	اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔
اِذْ اَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّكَ مَا یُوْحٰٓی (طٰہٰ ۲۰:۳۸)	اور جب ہم نے تمہاری والدہ کو وحی کی جو وحی کی۔
اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَی الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ (الانفال ۸:۱۲)	جب تیرے رب نے فرشتوں کی طرف وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

یہ پانچوں آیات قرآنیہ ثابت کر رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ملائکہ، حواریین اور آسمانوں کی طرف وحی کی لیکن ان میں سے نبی کوئی بھی نہیں ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ کسی کیساتھ اللہ تعالیٰ کا کلام فرمانا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس کیساتھ کلام کیا گیا ہے وہ نبی ہوگا۔ اس لیے یہاں اجرائے نبوت کا استدلال کرنا ہی غلط ہے۔

چیلنج:

تمہارا یہ کہنا کہ القاء روح سے مراد نبوت کا جاری ہونا اور ہم اسکا ابطال کر چکے ہیں اسکے باوجود اگر تمہیں پھر بھی

اصرار ہے تو ہم تم کو چیلنج دیتے ہیں مذکورہ آیت میں حواریوں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کی طرف کلام الٰہی وحی کا آنا نص قطعی سے ثابت ہو رہا ہے۔تم تاریخ کا ایک ضعیف سے ضعیف تر حوالہ پیش کر دو کہ حواریوں یا اُم موسیٰ میں سے کسی نے اس مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ کی بنیاد پر بعد میں دعویٰ نبوت کیا ہو۔**ھاتو برھانکم ان کنتم صادقین۔**

جواب ۳:

اگر بقول تمہارے سورۃ المومن کی یہ آیت حضور نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا جاری ہونا بیان کر رہی ہے اگر ایک لمحہ کے لیے آپ کی اس بات کو مان بھی لیا جائے تو تب بھی تمہارا دعویٰ باطل ہے۔کیونکہ تمہارا عقیدہ ہے کہ مستقل اور تشریعی نبوت ختم ہو چکی ہے اب غیر مستقل اور اُمتی نبوت حضور ﷺ کے بعد جاری ہے۔جبکہ یہ آیت کریمہ صاف ظاہر کر رہی ہے کہ نبوت میں کسب، کثرت، اطاعت اور زہد و ورع کا کوئی دخل نہیں بلکہ یہ سراسر ایک وھبی امر اور عطیہ خداوندی ہے وہ جس کو چاہے عطا کر دے جیسا کہ آیت کریمہ کے یہ الفاظ ہمارے اس مؤقف پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔**من امرہٖ علی من یشاء من عبادہٖ** کہ وہ اپنے امر سے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے منصب نبوت سے سرفراز کر دے اس میں کسی محنت اور کسب کو کوئی دخل نہیں ہے۔لہٰذا تمہارا دعویٰ باطل ہے۔

قادیانی دلیل:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ (الجمعۃ ۶۲: ۲،۳)

وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے محمد کو پیغمبر بنا کر بھیجا جو ان کے سامنے اُس کی آیتیں پڑھتے اور انکو پاک کرتے اور خدا کی کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔اور ان میں سے اور لوگوں کی طرف بھی اُن کو بھیجا ہے جو ابھی اُن مسلمانوں سے نہیں ملے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

بعض قادیانی حضرات سورۃ جمعہ کی اس آیت کریمہ سے بھی نبی اکرم ﷺ کے بعد نبوت کا جاری ہونا ثابت کرتے ہیں حالانکہ آیت کریمہ کا ایک ایک لفظ قادیانیوں کے اس عقیدہ باطلہ کا انکار و ابطال کر رہا ہے اور اس مذعومہ عقیدہ کے برعکس حضور سید عالم ﷺ کی نبوت کے فرائض چہارگانہ کو بصیغہ مضارع بیان کر کے تا ابد آپ ﷺ کی شان ختم نبوت کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔یوں کہ آپ ﷺ کی بعثت تو امیوں میں ہوئی لیکن آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کا ڈنکا اب قیامت تک بجتا رہے گا۔اس

آیت کریمہ سے آئمہ تفسیر نے کیا سمجھا اسکی وضاحت کے لیے ہم فقط علامہ ابن کثیر کی معروف زمانہ تفسیر ابن کثیر سے ایک عبارت ہی نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جو مدعیان اجرائے نبوت کے اوہام باطلہ کا رد کرنے کیلیے کافی ہے!

''اسطرح کی اور بھی بہت سی آیات ہیں جن سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ حضورﷺ کی بعثت تمام روئے زمین کی طرف تھی۔کل مخلوق کیلیے آپ پیغمبر تھے۔ہر سرخ وسیاہ کی طرف آپ نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ الحمد للہ یہاں یہ فرمانا کہ اَن پڑھوں یعنی عربوں میں اپنا رسول بھیجا اس لیے ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کی قبولیت معلوم ہو جائے آپ نے اہل مکہ کے لیے دعا مانگی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان میں ایک رسول ان ہی میں سے بھیج جو انہیں اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سنائے انہیں پاکیزگی سکھائے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دے۔پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور جب کہ مخلوق کو نبی اللہ کی سخت حاجت تھی سوائے چند اہل کتاب کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے دین پر قائم تھے اور افراط و تفریط سے الگ تھے۔باقی تمام دنیا دین حق کو بھلا بیٹھی تھی اور خدا کی نا مرضی کاموں میں مبتلا تھی اللہ تعالیٰ نے آپﷺ کو مبعوث فرمایا۔آپﷺ نے ان پڑھوں کو خدا کے کلام کی آیتیں پڑھ کر سنائیں۔انہیں پاکیزگی سکھائی اور کتاب وحکمت کا معلم بنا دیا۔حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے سنئے! عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے دعویدار تھے۔لیکن حالت یہ تھی کہ اصل دین کو خورد برد کر چکے تھے۔اس میں اس قدر تغیر وتبدل کر دیا تھا کہ توحید شرک سے اور یقین شک سے بدل چکا تھا۔ساتھ ہی بہت سی ایجاد کردہ بدعتیں دین اللہ میں شامل کر دی تھیں اسی طرح اہل کتاب نے اپنی کتابوں کو بدل دیا تھا۔ان میں تحریف کر دی تھی اور متغیر کر دیا تھا ساتھ ہی معنی میں اُلٹ پھیر کر لیا تھا۔پس اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدﷺ کو عظیم الشان شریعت اور کامل مکمل دین دے کر دنیا والوں کی طرف بھیجا کہ اس فساد کی اصلاح کریں۔اہل دنیا کو اصل احکام الٰہی پہنچائیں۔خدا کی مرضی اور نا مرضی کے احکام سے لوگوں کو معلوم کرا دیں۔جنت سے قریب کرنے والے،عذاب سے نجات دلوانے والے تمام اعمال بتلائیں۔ساری مخلوق کے ہادی بنیں۔اصول وفروع سب سکھائیں۔کوئی چھوٹی بڑی بات باقی نہ چھوڑیں۔تمام تر شک وشبے سب کے دور کر دیں اور ایسے دین پر لوگوں کو ڈال دیں جس میں ہر بھلائی موجود ہو۔اس بلند بالا خدمت کے لیے آپﷺ وہ برتریاں اور بزرگیاں جمع کر دیں جو نہ آپﷺ سے پہلے کسی میں تھیں اور نہ آپﷺ کے بعد کسی میں ہو سکیں۔اللہ تعالیٰ آپﷺ پر ہمیشہ درود وسلام فرماتا رہے۔دوسری آیت (**واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم**) کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ ہم آنحضرتﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپﷺ پر سورۃ الجمعہ نازل ہوئی جب آپﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو لوگوں نے پوچھا کہ **اٰخرین منھم** سے کیا مراد ہے۔تین مرتبہ حضورﷺ سے سوال ہوا۔تب آپﷺ نے اپنا ہاتھ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھا اور فرمایا کہ اگر ایمان ثریا کے ستارے کے پاس ہوتا تو بھی ان لوگوں میں سے ایک یا کئی ایک پا لیتے۔اس روایت سے معلوم ہوا

کہ یہ سورت مدنی ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضورﷺ کی پیغمبری تمام دنیا والوں کی طرف ہے۔ صرف عرب کے لیے ہی مخصوص نہیں کیوں کہ آپﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فارس والوں کو فرمایا۔ اسی عام بعثت کی بنا پر آپ نے فارس و روم کے بادشاہوں کے نام اسلام قبول کرنے کے فرامین بھیجے۔ حضرت مجاہد وغیرہ بھی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عجمی لوگ ہیں یعنی عرب کے علاوہ وہ لوگ جو حضورﷺ پر ایمان لائیں اور آپﷺ کی وحی کی تصدیق کریں۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ اب سے تین تین پشتوں کے بعد آنے والے میرے اُمتی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے پھر آپﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ (**وآخرین منهم لما یلحقوا بهم**)(ابن کثیر مترجم ج۵ص ۶۵،۶۴)

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆